سنت کی پیروی ہے۔ اور اصل مقصود یہ ہے کہ اپنی پیاری چیز اللہ کے نام پر خرچ کی جائے جیساکہ سیدنا ابراہیم علیہ السلام نے اپنے پیارے بیٹے حضرت اسماعیل علیہ السلام کو اللہ کی رضا کے لئے قربان کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔) اور یہ مقصود صرف جانور ذبح کرنے سے حاصل ہو رہا ہے۔ گوشت خواہ رکھیں یا تقسیم کریں۔ دوسری بات یہ ہے کہ اصل عمل تو یہ تھا کہ بیٹے کو ذبح کریں۔ لیکن اول تو سب کا بیٹا ہوتا نہیں، دوسرے یہ کہ اگر یہ حکم ہوتا تو بہت کم ایسے نکلتے جو یہ عمل کرتے (یعنی بیٹے کو قربان کرنا) یہ حق تعالیٰ کا فضل ہے کہ جانور کو قائم مقام ذبح ولد کے کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے جانور ذبح کرنے کو بیٹا ذبح کرنے کے قائم مقام کر دیا) اس لئے یہ کہنا کہ قربانی میں مال ضائع کرنا ہے۔ جیسے آجکل نو تعلیم یافتہ حضرات کا خیال ہے، سراسر غلط ہے۔ اور قربانی کا مقصود اللہ تعالیٰ کے ساتھ اظہار محبت ہے اور وہ (قربانی کر دینے سے) ہمیں حاصل ہے۔ پھر مال کہاں ضائع ہوا۔

(وعظ ترغیب الاضحیۃ)

بنیاد ابراہیمی پر قصر شریعت محمدی کی تعمیر

شیخ التفسیر مولانا احمد علی لاہوریؒ

قرآن حکیم سے معلوم ہوتا ہے کہ نسل انسانی کا بیج جب سے سطح دنیا پر بویا گیا ہے۔ اسی وقت سے یہ مبارک رسم قائم ہوئی ہے ——

قولہ تعالیٰ واتل علیھم نبأ ابنی آدم	ان لوگوں کو آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کا واقعی
اذ قربا قربانا فتقبل من احدھما ولم	قصہ سنا دے۔ ان دونوں نے قربانی کی پھر ایک کی
یتقبل من الآخر۔	قبول ہوئی اور دوسرے کی قبول نہ ہوئی۔ (انتہی)

ابراہیمی قربانی اور اسکے نتائج

حضرت ابراہیم علیہ السلام نے خواب میں دیکھا کہ میں اپنے بیٹے (حضرت اسماعیل) کو ذبح کر رہا ہوں۔ انبیاء علیہم السلام کے خواب الہام الٰہی ہوتے ہیں۔ اس لئے اس خواب کو حکم الٰہی سمجھ کر بیٹے سے استصواب فرمایا۔ بیٹے نے عرض کی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کیجئے۔ مجھے خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ صابر پائیں گے۔ اس گفتگو کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام صاحبزادے کو ذبح کرنے کے لئے لے گئے۔ جب ذبح کرنے کی غرض سے بیٹے کو لٹایا اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے آواز آئی (اے ابراہیم علیہ السلام) تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے بیٹے کے عوض ایک مینڈھا عطا فرمایا جسے حضرت ابراہیم علیہ السلام

نے ذبح کیا۔ جب حصولِ رضا الٰہی کے لئے بیٹا ذبح کرنے کو تیار ہو گئے تو اپنی جان قربان کرنے میں انہیں بطریقِ اولیٰ کوئی دریغ نہ تھا۔ جب جان اور اولاد قربان کرنے کے لئے تیار تھے تو مال قربان کر کے خدا تعالیٰ کو راضی کرنے میں انہیں کیا عذر ہو گا۔ جب ان کے ہاں جان اولاد اور مال رضائے الٰہی کے مقابلے میں کوئی چیز نہ تھا تو وہاں حُبّ وطن محبت الٰہی کا کب مقابلہ کر سکتی تھی۔ جب اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے میں جان اولاد کی پرواہ نہیں کرتے تو اعزّہ و اقربار کے تعلقات انہیں دروازہ الٰہی سے کب ہٹا سکتے ہیں۔ جب ان کی جان اولاد اور اعزّہ و اقربار اس درِ یتیم (رضار الٰہی) پر قربان ہو چکے ہیں تو حبّ بقیہ احباب دنیا انہیں کب یادِ الٰہی سے غافل کر سکتی ہے۔ جب رضار الٰہی انہیں جان اور اولاد سے زیادہ عزیز ہے۔ تو کوئی تجارت و زراعت یا صنعت وحرفت ان کا دل کب لبھا سکتی ہے۔

تجدید ملتِ ابراہیمی

سید المرسلین خاتم النبیین علیہ الصلوٰۃ والسلام دراصل ملتِ ابراہیمی کے مجدد ہیں

وجاھدوا فی اللہ حق جھادہ ھو	اور اللہ کے کام میں خوب کوشش کیا کرو جیسا
اجتبٰکم وما جعل علیکم فی الدین	کوشش کرنے کا حق ہے۔ اس نے تم کو (اور امتوں سے)
من حرج۔ ملۃ ابیکم ابراھیم ھو	ممتاز فرمایا۔ اور (اس نے) تم پر دین کے احکام
سمّٰکم المسلمین۔ (سورہ حج رکوع ۱۰ پ ۱۷)	میں کسی قسم کی تنگی نہیں کی تم اپنے باپ ابراہیمؑ

کی (اس) ملت پر (ہمیشہ) قائم رہو اس (اللہ) نے تمہارا لقب مسلمان رکھا ہے۔

چونکہ شفیع المذنبین رحمۃ للعٰلمین بنیادِ ابراہیمی پر قصرِ شریعت محمدی تعمیر کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے۔ اس لئے آپ نے بھی اپنی امت کو حصولِ رضار الٰہی کی خاطر قربانی کی یاد تازہ کرائی تاکہ امتِ محمدیہ کے ہر فرد سے ابراہیمی خوشبو آئے اور ہر کلمہ گو کا نورِ ایمان ابراہیمی نور سے مشابہ ہو جائے۔ مسلمانوں کا فرض ہے۔ کہ قربانی کرتے وقت جذباتِ ابراہیمی کا خیال رکھیں۔ دل کے انہی پاکیزہ جذبات کا نام تقویٰ ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے ہاں محبوب و مقبول ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

لن ینال اللہ لحومھا ولا دماؤھا	اللہ تعالیٰ کے ہاں قربانیوں کا گوشت اور
ولکن ینالہ التقویٰ منکم۔	خون نہیں پہنچتا۔ اس کے ہاں (اس) تقویٰ

کی قدر و قیمت ہے۔ (جو قربانی کرنے والے کے دل میں حاصل ہوتی ہے۔)

بفضلہ تعالیٰ امت محمدیہ دعویٰ سے کہہ سکتی ہے کہ شریعت محمدیہ کے ہر حکم میں دین و دنیا، دنیا اور آخرت کی کامیابی کا راز مضمر ہے۔ ادہر خدا تعالیٰ راضی ہو جاتا ہے۔ تو ادہر دنیا سنور جاتی ہے۔

ادھر آخرت کی نجات کا سرٹیفکیٹ مل جاتا ہے۔ تو ادھر دنیا کی ذلتوں سے انسان رہائی پا جاتا ہے۔

پیغام فتح اسلام | اگر مسلمان عید قربان کو جذبات ابراہیمی کی یاد تازہ قرار دیں اور ہر سال شمع رضائے الٰہی پر پروانہ وار قربان ہونے کے لئے دل وجان ظاہر و باطن سے تیار رہیں۔ تو مالک الملک ذوالجلال والاکرام عزاسمہ وجل مجدہ ان کی پشت پناہ ہوگا۔ پھر ایسے سرفروش فدایان اسلام کی جماعت جس میدان میں قدم رکھے گی۔ خدا تعالیٰ ان کی جماعت کے لئے زمین و آسمان کے لشکر بھیج دے گا۔ پھر یہ دنیا میں چالیس کروڑ نہیں چالیس سو بھی ہوں گے تو ہر میدان میں فتح و نصرت کا سہرا انہیں کے سر ہوگا۔ دنیا میں کوئی قوم ان کے مقابلہ کی تاب نہیں لا سکے گی۔ جو قوم مقابلہ میں آئے گی منہ کی کھا کر جائے گی ———— (انتخاب از "فلسفہ عید قربان")

جان کے بدلے جان کی قربانی

———— جامع شریعت و طریقت مولانا مفتی محمد حسن امرتسری لاہوری خلیفہ حضرت حکیم الامتؒ ————

حضرات میں چند ہفتوں سے قربانی کے متعلق جس چیز کو رو رہا ہوں وہ عمل قربانی کو نہیں، بلکہ میں عقیدہ قربانی کو رو رہا ہوں۔ انگریزی اخبارات میں متعدد بار اور مسلسل اس کے خلاف مضامین چھپتے رہے ہے۔ اور میں اپنے احباب سے برابر پوچھتا رہا کہ کیا کسی اخبار نے اس کا کوئی جواب لکھا۔؟ مگر مجھے یہی معلوم ہوتا رہا کہ تمام اخبارات اسکی طرف سے خاموش ہیں۔ جو شخص اس کے خلاف لکھ دیتا ہے۔ اور قربانی کو رسم بد اور فساد فی الارض کہہ رہا ہے۔ کہ قربانی کی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے جسطرح تراویح کی رسم بد چل پڑی۔ یہ شخص بارہ سو برس کے اجماعی عقیدہ کا انکار کر رہا ہے۔ جو عقیدہ ابتدائے اسلام سے لیکر آج تک مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ رہا یہ شخص اسکو فساد فی الارض کہہ رہا ہے۔

غرض یہ لوگ اس عقیدہ کو مسلمانوں کے دلوں سے نکال دینا چاہتے ہیں۔ لیکن عقیدہ ہی وہ چیز ہے۔ جسکی درستی ہی سے مسلمان مسلمان رہ سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص یہ عقیدہ رکھتا ہو کہ قربانی ضروری ہے۔ مگر باوجود استطاعت کے اسکو نہ کرتا ہو تو اس شخص کی نجات ہو جائے گی۔ مگر جو شخص ایسا ہو کہ اس کا عقیدہ یہ ہے کہ یہ قربانی اسراف مال ہے۔ اور بیکار فعل ہے۔ پھر اگرچہ اس عقیدہ کے ساتھ وہ قربانی ہمیشہ کرتا رہے مگر اس خرابیٔ عقیدہ کی بنا پر ابدالآباد تک جہنم میں رہے گا۔ تو میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ یہ عقیدہ رکھنا ضروری ہے کہ قربانی ہر غنی پر واجب اور ضروری ہے۔ ورنہ دائرہ اسلام میں رہنا ناممکن

ہے۔ اور یہ زہر ایسا پھیلا ہے کہ میرے پاس باہر سے بھی خطوط آتے رہے ہیں۔

یہ الفاظ کہ "قربانی بھی ایک رسم بد چل پڑی ہے جسطرح تراویح مسلمانوں میں ایک رسم بد چل پڑی کفر کے الفاظ ہیں۔ تو غرض عمل و عقیدہ میں بڑا فرق ہے۔ عمل کو ترک کر دینے سے نجات کی امید ہے۔ مگر عقیدہ ترک کر دینے سے نجات ہی نہ ہوگی ———

جب عقائد اسلام پر حملہ ہو تو ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے کہ جس طرح بھی ممکن ہو وہ اسلام کی مدد کرے اور حقیقت میں یہ اسلام کی مدد نہ ہوگی، بلکہ خود اپنی مدد ہوگی۔ اپنی جان کی مدد ہوگی اپنی آخرت کی مدد ہوگی ———

ہم پر جو قربانی فرض کر دی گئی وہ اسی نسبت ابراہیمی کو زندہ کرنے کے لئے جب کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "سنۃ ابیکم ابراھیم" تو چونکہ حضرت ابراہیمؑ کی قربانی میں گوشت مقصود نہ تھا، بلکہ جان دینا تھا۔ اسی لئے ہمارے لئے بھی حکم ہے کہ قربانی کی جان دینا مقصود ہے۔ جو اصل میں بدل ہے اپنی جان کا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ فقہاء لکھتے چلے جاتے ہیں۔ کہ اگر کسی نے قربانی کا سارا گوشت خود ہی رکھ لیا۔ اور اسکی کھال بھی اپنے ہی استعمال میں لے آیا تب بھی قربانی ہوگئی۔ دوسرے صدقات تو مال کو ملک سے نکالنا مقصود ہے۔ لیکن اس جگہ مال تو ملک میں رہتا ہے۔ تو جب گوشت بھی اسی کی ملک رہا اور کھال وغیرہ بھی اسی کی ملک میں رہی۔ تو آخر اس کے پاس سے کیا چیز نکل گئی جس کا ثواب ملا ؟ تو ظاہر ہے کہ صرف قربانی کی جان نکلی ہے۔ اور یہی مقصود ہے قربانی کا۔ اس لئے اسکو دوسرے صدقات پر قیاس کر کے یہ کہنا کہ اتنا گوشت ضائع ہو رہا ہے، حماقت ہے۔ کیا جس مال کے خرچ کرنے سے اللہ مل جائیں وہ مال ضائع ہوگا۔ خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سو اونٹ قربان فرمائے اور سو اونٹ قربانی فرمانے میں ایک حکمت یہ بھی کہ اگر کوئی شخص کسی کو قتل کر دے اور اس سے خون بہا یعنی خون کا بدلہ دیا جائے تو شریعت نے ایک انسانی جان کا خون بہا سو اونٹ مقرر فرمائے ہیں۔ اور اس مقدار پر چاروں اماموں کا اتفاق ہے تو گویا آپ نے سو اونٹ قربانی فرما کر یہ بتا دیا کہ قربانی دراصل انسان کی جان کا بدلہ ہے۔ اور یہ سو اونٹ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی جان کا بدلہ دیا۔ تو اصل گوشت پوست نہیں بلکہ جان دینا ہے۔ اب جب یہ بات سمجھ میں آگئی اور خدا کرے کہ سمجھ میں آگئی ہو کہ قربانی دراصل جان کے قائم مقام ہے تو اب سمجھئے کہ اگر آپ قربانی کی بجائے صدقہ دیویں تو کیا صدقہ قربانی کا بدل ہو سکتا ہے اور کیا یہ صدقہ جان کا بدل ہو سکتا ہے؟ کیونکہ آپ نے لاکھ روپے بھی صدقہ دیا تب بھی وہ آپ کی جان کی قیمت نہیں۔ کیونکہ اگر کسی شخص کو